مطالعہ کتاب

''ثبوت حاضر ہیں'': ایک مطالعہ

رفیع الدین ہاشمی

علامہ اقبالؒ نے ۲۱ جون ۱۹۳۶ء کو پنڈت نہرو کے نام ایک خط میں' قادیانیوں کو اسلام اور ہندستان کا غدار قرار دیا تھا۔ ان کے الفاظ تھے:

I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and India.

(میرا ذہن اس بارے میں ہر شبہہ سے پاک ہے کہ احمدی' اسلام اور ہندستان' دونوں کے غدار ہیں)۔

اور پھر اسی زمانے میں اقبال نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو امت مسلمہ سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے ---- تو بہ ظاہر یہ مطالبہ' انتہا پسندانہ اور علامہ اقبال کے دھیمے مزاج' نرم خو طبیعت اور وضع داری کے خلاف محسوس ہوتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں غیر معمولی شاعرانہ صلاحیتوں کے ساتھ' ایک گہری تاریخی اور سیاسی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت' اسلام کی جڑوں پر تیشہ چلانے کے مترادف ہے' چنانچہ انھوں نے قادیانیوں کی اصلیت کے بارے میں لکھا:

''ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیاے اسلام کے متعلق' ان کے رویے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار' اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)' مسلمانان کے قیام نماز سے قطع تعلق' نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیاے اسلام کافر ہے ---- یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں''۔ (حرف اقبال' ترجمہ: لطیف احمد شروانی' اسلام آباد' ۱۹۸۴ء' ص ۱۱۷-۱۱۸)

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے قادیانیت پر جو کچھ لکھا' اور جس بصیرت کے ساتھ اس کا تجزیہ کر کے

اس کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا، وہ ان کی دکھتی رگوں کو چھیڑنے کے مترادف تھا۔۔۔۔ ایک تو علامہ اقبال کی شخصیت، دوسرے ایسی "ضرب کلیم"۔۔۔۔ قادیانی اس چوٹ کو آج تک نہیں بھولے۔ اس چوٹ کی دکھن، وہ اس لیے بھی محسوس کرتے ہیں کہ ۱۹۷۴ء میں، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر، علامہ اقبال کی تجویز یا مطالبے پر صاد کیا۔ اقبال نے ۴۰ سال پہلے قادیانیت کا جو تجزیہ کیا تھا، اس کا علمی جواب تو قادیانیوں سے آج تک نہیں بن پڑا۔ مگر وہ علامہ کو کسی نہ کسی حوالے سے بدنام و رسوا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی تحریک انہدام اقبال کا دائرہ، اب پاکستان سے باہر بھارت اور یورپ خصوصاً برطانیہ تک وسیع ہو رہا ہے۔ مگر یہ ایک الگ موضوع ہے۔ سردست قادیانیت کی اصلیت اور ان کے عزائم کے بارے میں ایک تازہ کتاب، "ثبوت حاضر ہیں" کا تعارف کرانا مقصود ہے۔

کسی بھی شخص کی تصانیف، اس کی شخصیت کی آئینہ دار اور اس کے خیالات و افکار کی ترجمان ہوتی ہیں۔ اس لیے مذاہب اور تحریکیں اپنی بانی شخصیتوں اور اکابر کی تحریریں بار بار شائع کرتی اور انھیں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کرتی ہیں مگر قادیانی مرزا صاحب کی تصانیف و ملفوظات کو چھاپنے کے بجائے چھپاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بیشتر تحریریں لغویت، نامعقولیت، کذب و افترا، عجیب و غریب تضادات اور مضحکہ خیز "الہامات" کا مجموعہ ہیں۔

قادیانیوں نے ایک مہم کے تحت مرزا غلام احمد کی کتابیں معدوم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ خاصی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ جہاں بھی مرزا کی کسی کتاب کا سراغ ملے، وہ اسے حاصل کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔ معروف دانش ور، معلم اور اقبال شناس پروفیسر محمد منور راوی ہیں کہ وہ وقتاً فوقتاً حضرت مولانا محمد شفیع مرحوم (مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک شخص مولانا کے ہاں آتا تھا اور ان سے عقیدت و نیاز مندی ظاہر کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھار قادیانیوں کے بارے میں غم و غصے اور اضطراب کا اظہار بھی کرتا۔ رفتہ رفتہ اس نے حضرت صاحب کے حلقے میں اعتبار و رسوخ حاصل کر لیا۔ اسے معلوم تھا کہ مدرسہ سراج العلوم کے کتب خانے میں قادیانیت کی اصل کتابیں موجود ہیں۔ ایک روز اس نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے مولانا کو قائل کر لیا کہ قادیانیت کا رد لکھنے کے لیے اسے مرزا غلام احمد کی کتابیں عاریتاً دے دی جائیں۔ نیاز مندوں نے مولانا سے کہا کہ سب کتابیں بیک وقت نہ دی جائیں، مگر سادہ مزاج مولانا نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا، وہ اس چرب زبان کے قائل ہو چکے تھے۔ وہ شخص ساری کتابیں لے گیا۔ مگر پھر کبھی نظر نہ آیا۔

جناب محمد متین خالد کی زیر نظر کتاب قادیانیت کے اصل چہرے کو بے نقاب کرتی ہے۔ وہ مرزا غلام احمد کے عقائد و عزائم کو، ان کی قدیم اور اصل کتابوں کے عکسی نقول کی صورت میں سامنے لائے ہیں۔

قادیانیوں کی اپنی ہی مطبوعہ کتابوں کی یہ شہادتیں' قادیانیت کی ایک ایسی تصویر پیش کرتی ہیں' جس سے عام مسلمان ناواقف ہیں۔ امت مسلمہ اور عالم اسلام کے لیے یہ تصویر بے حد خوفناک ہے اور انسانیت و اخلاق کی سطح پر نہایت پست اور شرم ناک ہے۔۔۔۔ نقل کفر' کفر نباشد' ہم دل پر پتھر رکھ کر تصانیف مرزا اور کتب قادیانیت سے بعض اقتباسات اور جملے نقل کرتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد' نبوت کا دروازہ کھلا ہے" (ص ۱۰۳)۔ "میں خود خدا ہوں" (ص ۱۳۲)۔ "ایک بار مجھے الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہو گا' اپنے وعدے کے مطابق" (ص ۸۶)۔ "خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا" (ص ۸۸)۔ "ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔۔۔۔" (ص ۲۴۳)۔ "آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی۔۔۔۔ کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی" (ص ۲۴۹)۔ "جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے' اس کو چاہیے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے" (ص ۳۰۶)۔ ابوبکر و عمر کیا تھے؟ وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے" (ص ۳۰۷)۔ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا' مکہ اور مدینہ اور قادیان۔۔۔۔" (ص ۳۵۴)۔ "مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے' جو قادیان میں واقع ہے۔۔۔" (ص ۳۵۴)۔ "لوگ معمولی اور نفلی حج کرنے کو بھی جاتے ہیں' مگر اس جگہ [قادیان میں] نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے" (ص ۳۵۵)۔ "میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء میں اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیے تھے" (ص ۷۵۵)۔ "مسلمان لوگوں" کے مقابلے میں "انگریزی سلطنت تمھارے لیے ایک رحمت ہے' تمھارے لیے ایک برکت ہے" (ص ۷۶۹)۔ "میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں" (ص ۷۷۱)۔ "میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے" (ص ۷۷۳)۔ [ہم] قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں [چاہیے کہ وہ] اس خود کاشتہ پودہ۔۔۔۔ کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں" (ص ۷۵۶)۔ "جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں ہے" (۳۹۳)۔

قادیانیت کی ان کتابوں میں اس طرح کی بہت کچھ لغویات و خرافات ملتی ہیں۔ ان تحریروں کا ایک حصہ تو بالکل کوک شاستر قسم کا ہے اور ہر طرح کے احساس شرم و حیا کو بالاے طاق رکھے بغیر اس میں سے کوئی اقتباس نقل کرنا ممکن نہیں۔ مرزا کا اسلوب تضاد بیانی' ذہنی مجہولیت اور انتشار خیالات کا ملغوبہ ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں: "ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے" (ص ۳۷۰) مگر خود مخالفین پر بکثرت لعنت بھیجتے اور ان کے لیے شیطان' منحوس' ملعون' کذاب' خبیث' سنیوں کا نطفہ' بدکار' ولدالحرام اور رنڈیوں کی اولاد--- جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لغویت اور مضحکہ خیزی کی حد تو یہ ہے کہ جب کسی پر ہزار بار لعنت بھیجنا چاہتے ہیں تو طرز تحریر یہ ہوتا ہے: الغلت' ۲ لعنت' ۳ لعنت..... اور اس طرح کئی صفحے سیاہ کرنے کے بعد ۱۰۰۰ لعنت تک پہنچ کر ہی ان کی تسکین ہوتی ہے (ص ۱۶۱-۱۶۵)۔

کیا قادیانی مملکت پاکستان کے وفادار ہیں؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے بارے میں قادیانیت اور بھارتیا جنتا پارٹی اور کانگریس کے خیالات اور مقاصد میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں کا مقصود "اکھنڈ بھارت" ہے۔ یہ جملے: "ہم ہندستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں' بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں"--- کسی پٹیل' نہرو یا گاندھی کے نہیں بلکہ مرزا بشیر الدین محمود کے ہیں (روزنامہ "الفضل" ۱۷ مئی ۱۹۴۷)۔

قیام پاکستان کے موقع پر مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا صفایا ہو گیا' مگر مرزائیوں کا مرکز قادیان علیٰ حالہ قائم و برقرار ہے۔ قادیانیوں کو وہاں آمدورفت اور رہایش کی اجازت ہے حالانکہ (قادیانیوں کے علاوہ) دیگر پاکستانیوں کے لیے پورا مشرقی پنجاب ممنوعہ علاقہ ہے۔ پنجاب کے کسی شہر کا ویزا تو درکنار' وہ اس حصے میں سفر بھی نہیں کر سکتے بلکہ وہ وہاں سے گزر بھی نہیں سکتے (پنجاب سے آگے جانے والوں کو صرف بند ٹرین میں رات کے وقت یہاں سے گزارا جاتا ہے)۔ بھارت کی مسلم دشمنی اور پاکستان دشمنی مسلم ہے' مگر قادیانیوں سے یہ خصوصی رعایت کیوں؟ اس لیے کہ قادیان کا ایک "روحانی مرکز" کے طور پر برقرار رہنا ہندو سامراج کے مفاد میں ہے۔ ماہ گذشتہ ڈاکٹر شنکر داس کا ایک اقتباس قارئین ترجمان القرآن کی نظر سے گزرا ہو گا' جسے مولانا مودودی مرحوم و مغفور نے "بندے ماترم" سے نقل کیا تھا۔ اس کے مطابق ہندوؤں کو "اگر امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے تو وہ احمدیت کی تحریک ہے" کیونکہ: "مسلمان جس قدر احمدیت کی طرف راغب ہوں گے' اسی قدر قادیان کو مکہ تصور کرنے لگیں گے؟--- ایک احمدی' خواہ دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو' روحانی شکتی حاصل کرنے کے لیے وہ اپنا منہ قادیان کی طرف کرتا ہے"۔

خدا کے فضل و کرم سے پاکستان قائم و دائم ہے (اور ان شاء اللہ قائم رہے گا) مگر متذکرہ بالا پس منظر میں بالکل واضح ہے کہ قادیانیوں کا مفاد ایک کمزور پاکستان میں ہے۔ قدرتی طور پر وہ نہیں چاہیں گے کہ ملک

مستحکم ہو، اخلاقی اور معاشی اعتبار سے ترقی کرے اور یہاں امن و امان قائم رہے--- قیام پاکستان سے تاحال سرکردہ قادیانی افسران اور بعض کلیدی مناصب پر فائز قادیانیوں کے کردار کو اس پس منظر میں دیکھیں (اس کی کچھ تفصیل جناب بشیر احمد کی کتاب، **Ahmadiyya Movement: British - Jewish Connections** راولپنڈی، ۱۹۹۴ میں ملتی ہے) تو علامہ اقبال کے اس جملے کی معنویت اور واضح ہوتی ہے کہ: احمدی اسلام اور ہندستان دونوں کے غدار ہیں"۔

ہنود کے ساتھ ساتھ یہود سے بھی ان کا خاص تعلق استوار ہے۔ اسرائیل، عالم اسلام کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی پاکستانی مسلمان کو اسرائیل کا ویزا نہیں مل سکتا، مگر قادیانیوں کو یہودی ریاست میں مستقل مشن قائم کرنے کی اجازت ملی اور وہ سالہا سال سے وہاں کام کر رہے ہیں۔ کئی سال پہلے کی مصدقہ رپورٹ کے مطابق حیفہ میں ایک قادیانی "مسجد"، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک ڈپو اور ایک اسکول موجود ہے اور "البشریٰ" کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ بھی جاری ہے--- یہودیوں کو قادیانیوں پر اس درجہ اعتماد ہے کہ انھیں اسرائیلی فوج میں بھی بھرتی کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۲ تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے (ص ۸۴۲، ۸۴۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ خوے غلامی قادیانیت کی سرشت میں شامل ہے۔ محکومی ہندو کی ہو، یہود کی ہو یا انگریز کی، اسے یہ خوبی راس آتی ہے۔ کسی آزاد فضا اور پاکیزہ ماحول میں اس کی نشوونما ممکن نہیں۔ اس لیے جب پاکستان میں ان پر گرفت ہوئی اور عدالتوں کا سامنا کرنے کا خدشہ پیدا ہوا تو مرزا طاہر احمد، لندن جا کر انگریزوں کے "سایہ رحمت کے نیچے" (ص ۸۷۷) جا بیٹھے۔ انگریزوں کے اس "خود کاشتہ" گروہ کو اماں ملی تو کہاں ملی۔ "حیات احمد" کے مصنف کا یہ اقتباس: "جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں، مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے، وہیں داخل ہو جاتے ہیں" (ص ۳۰)، اس صورت حال پر صادق آتا ہے۔ مختصر یہ کہ قادیانیت، اس وقت یہود، ہنود اور نصاریٰ (بطور خاص برطانیہ) کے تعاون و اعانت سے پرورش پا رہی ہے--- بہ مصداق: بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (المائدہ ۵:۵۱)۔

قادیانی اس بات پر بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے انھیں غیر مسلم قرار دیا۔ پھر امتناع قادیانیت آرڈیننس (۱۹۸۴) کی رو سے انھیں اسلامی شعائر کے استعمال اور خود کو مسلمان کہنے، کہلانے یا ظاہر کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ سوال یہ ہے کہ جب انھوں نے ایک صدی پہلے مسلمانوں کا معاشرتی مقاطعہ کیا تھا (مسلمانوں کی اقتدا میں نماز، شادی بیاہ اور غیر قادیانیوں کی نماز جنازہ میں شرکت کی ممانعت وغیرہ) اور امت مسلمہ کو غیر مسلم قرار دیا تھا ("ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ

سمجھیں"۔ (ص ۴۳۰) تو اب شکوہ کس بات کا؟--- ان کے اسی رویے کی بنا پر ہی علامہ اقبال نے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ اٹھایا تھا۔ جب وہ مسلمانوں سے اس حد تک مختلف ہیں کہ مملکت پاکستان کے مسلمان سربراہ کو، اسی مملکت کا قادیانی وزیر خارجہ اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو تو پھر وہ مسلمانوں کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات، اور اعمال و عبادات کے طور طریقوں کو اختیار کیے رکھنے پر کیوں مصر ہیں؟ وہ امت مسلمہ سے الگ نئے شعائر کیوں نہیں وضع کر لیتے؟ جیسا کہ سپریم کورٹ نے سوال اٹھایا: "کیا ان کا نیا مذہب اپنی طاقت، میرٹ یا صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا کہ اسے جعل سازی و فریب سے خود کو "مسلمان" بنا کر پیش کرنا پڑتا ہے؟" "آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا"--- قادیانیت مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کے سامنے آنا چاہتی ہے۔ یہ فریب کاری کی کوشش ہے اور اس لیے قابل مذمت ہے۔

محمد متین خالد نے بڑی دیدہ ریزی اور جانکاہی سے یہ تحقیق کی ہے اور اس پر بہ ہر طور تعریف و تحسین کے مستحق ہیں۔ سو سال پرانی کتابوں کی تلاش و دریافت ہی جاں جوکھم کا کام ہے۔ پھر خالد صاحب نے پورے مواد کو مختلف عنوانات کے تحت بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ قادیانیت پر یہ ایک مستند دستاویز ہے۔ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے "ثبوت حاضر ہیں" سے اعتنا و استفادہ ناگزیر ہو گا۔ کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان نے شائع کی۔ صفحات ۸۴۳، اور عمدہ مجلد نسخے کی قیمت ۳۰۰ روپے ہے۔ لاہور میں مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار سے دستیاب ہے۔

اسلامی شریعت کے بنیادی معاشی تصورات

سید معروف شاہ شیرازی

○ عادلانہ معیشت، ○ معاشی جدوجہد ○ 'غربت کے خلاف اسلام کا جہاد'

○ اسلام کی معاشی پالیسی، ○ اسلام کی زرعی پالیسی

مجلد صفحات: ۸۸ قیمت: ۴۵ روپے

ادارہ منشورات اسلامی، بالمقابل منصورہ، ملتان روڈ، لاہور